OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, vol.:1, Issue:2, 2016, PP:43-54

نظریہ فوقیت یا نسلی برتری: مذاہب عالم اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جائزہ

Race Superiority or Racism: A review in the light of World Religions and Islamic Teachings

***فاطمہ**
لیکچرار، شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور، fatimasaba49@hotmail.com
****ڈاکٹر حشمت بیگم**
اسسٹنٹ پروفیسر، شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور

ABSTRACT

Race represents a specific caste, creed and a generation of a common ancestor. It has been a source of identification among different tribes and group of people, since humankind started life on this earth. With the passage of time different races have started using their racial backgrounds as negative sentiments which created superiority and inferiority complexes among people. Concepts of chosen people aroused in different races which created great gap, differences and hate in the society. The current research work is based upon the concept of superiority in Hinduism and Judaism, which will be further reviewed in the light of Islamic teachings.

Keywords: *Racism, Superiority, Inferiority, World Religions.*

تمہید:

دین ومذہب ہر انسان کی اہم ترین، اوّلین اور فطری ضرورت ہے۔ یہ ہر انسان کی مادی اور روحانی تقاضوں کی تکمیل کاراستہ ہے۔ مخلوق اور خالق کے تعلق کی بنیاد مذہب ہے۔ اسی طرح اس رشتے اور تعلق کی مضبوطی اور گہرائی کا انحصار مذہب ہی پر منحصر ہے۔ فرد سے قوم اور معاشرے بننے کے سفر میں جتنے قوانین، حقوق وفرائض اور ذمہ داریوں کی ضرورت پڑتی ہے، اُسکے لئے رہنمائی اور ہدایت کا سبب مذہب ہے۔

"آثارِ قدیمہ، علم الانسان اور جغرافیائی تحقیقات نے یہ واضح کردیا ہے کہ اب تک انسانوں کی کوئی مستقل جماعتی، قومی یا تہذیبی زندگی ایسی نہیں رہی ہے جو مذہب کی کسی نہ کسی شکل سے یکسر عاری رہی ہو"[1]

اس بات کی تائید قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے بھی ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ''[2]

"اور ہم نے اُٹھائے ہیں ہر اُمت میں رسول کہ بندگی کرو اللہ کی"

مندرجہ بالا آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ہر قوم کو ایک رہنما اور رہبر اُن کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ادیان ومذاہب کی تقسیم بنیادی طور پر دو طرح ہے: الہامی اور غیر الہامی۔ نسلی بنیادوں پر مذاہب کی تقسیم ایک اور حوالے سے بھی کی گئی ہے:

1. سامی مذہب
2. آریائی مذہب
3. منگولی مذہب[3]

"سامی مذہب میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام شامل ہیں۔ جبکہ آریائی مذاہب میں ہندومت، جین مت، زرتشتی مذہب اور سکھ مت کو شامل سمجھا جاتا ہے۔ منگولی مذاہب سے مراد کنفیوشی مت، تاؤمت، اسلاف پرستی، شنٹومت اور غالباً بدھ مت بھی شامل ہیں۔"[4]

مذاہب کے مطالعہ میں دیگر مذاہب کی تاریخ، عقائد واعمال اور تعلیمات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جس میں ان کے مختلف نظریات وتصوّرات بھی سامنے آجاتے ہیں اور ان نظریات وتصوّرات کے ان مذاہب کے پیروکاروں پر ان کے اثرات بالخصوص اور دیگر افراد، اقوام اور معاشروں پر بالعموم واضح ہوتے ہیں۔

زیرِ بحث موضوع اس حوالے سے ہے کہ مختلف ادیان ومذاہب میں نظریات وتصوّرات برتری کس حد تک پائے جاتے ہیں یا ان کے برعکس ان میں کون سی تعلیمات ہیں جو ان کے پیروکاروں کی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کر چکی ہیں؟

اس بحث میں مذاہب کی تاریخ، عقائد اور عمومی تعلیمات کی بجائے ان خصوصی نظریات کا ہی ذکر کیا جارہا ہے۔

یہودیت اور نظریہ برتری:

"لفظ یہود ہوادۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی مودۃ اور دوستی کے ہیں یا یہ ماخوذ ہے تہود سے جس کے معنی توبہ کے ہیں ۔جیسے قرآن کریم میں "انا ھدنا الیک"[5] حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ہم اے اللہ تیری طرف توبہ کرتے ہیں۔ پس انہیں انہی دو وجوہات کی بناء پر یہود کیا گیا ہے توبہ کی وجہ سے اور آپس کی دوستی کی وجہ سے"[6]

سامی اور الہامی مذاہب میں قدیم ترین مذہب یہودیت ہے جو کم وبیش چار ہزار سال پرانا مذہب ہے۔ یہودی اپنا جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں جن کا علاقہ عراق تھا۔ یہود کا ایک اور نام اسرائیل بھی ہے جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے اور یہودی ان کی اولاد ہونے کی نسبت سے بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ان کا وطن کنعان رہا ہے۔

واقعہ یوسف علیہ السلام سے بنی اسرائیل کے مصر ہجرت کرنے کا علم ہوتا ہے جہاں پر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سربراہی میں فرعون کی غلامی سے چھڑائے گئے۔ وادیٔ سینا میں چالیس سال بھٹکتے رہنے کے بعد بنی اسرائیل حضرت یوشع بن نون (علیہ السلام) کی سرکردگی میں واپس سرزمینِ فلسطین میں داخل ہوئے۔

اپنی اس پوری تاریخ میں بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے مختلف انعامات سے نوازا جس کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ۔[7]

"اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کئے اور اُس کو کہ میں نے تم کو بڑائی دی تمام عالم پر۔"

بنی اسرائیل کے پاس خدائی شریعت تورات کے نام سے آئی۔ تورات کی مختلف آیات سے بنی اسرائیل کی مخصوص حیثیت کا تعین ہوتا ہے:

"اور میں اپنے اور تیرے درمیان (ابرہیم علیہ السلام) اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان اُن کی سب پشتوں کے لئے اپنا عہد جو ابدی عہد ہوگا یا باندھوں گا تاکہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہوں اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں اُن کا خدا ہوں گا"[8]

مذکورہ بالا عبارت مختلف نقاط کو واضح کرتی ہے یہ کہ یہود کا خدا ایک نسلی خدا ہے، آبائی سرزمین شام و فلسطین کے علاقے اُن ہی کی ملکیت ہیں اور خدا کی مدد صرف ان ہی کے لئے مخصوص ہے۔

بنی اسرائیل دنیا پر اپنے اقتدار اور مکمل حکومت کے انتظار میں ہیں۔ یہی اُن کا وہ اہم عقیدہ ہے جو کہ "مسیحِ موعود" کا عقیدہ کہلاتا ہے جو کہ اُن پر سے غیر یہود کے تسلط کا خاتمہ کرکے پوری دنیا پر صرف اُن کی حکومت قائم کردے گا، ان کے ان تصورات کا سبب ان کی مذہبی تعلیمات ہیں جیسا کہ درج ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے:

"میں تجھے برکت پر برکت دوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کناروں کی ریت کی مانند کردوں گا اور تیری اولاد اپنی دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میری بات مانی"[9]

یہود کے مذہبی ادب کے مطابق خدائے یہود نے اپنے آپ پر اپنی قوم یہود/بنی اسرائیل کی مدد کو لازم کیا ہوا ہے:

"اور دیکھ میں تیرے ساتھ ہوں اور ہر جگہ جہاں کہیں تو جائے تیری حفاظت کروں گا اور تجھ کو اس ملک میں پھر لاونگا اور جو میں نے تجھ سے کہا ہے جب تک اُسے پورا نہ کرلوں تجھے نہیں چھوڑوں گا"[10]

یہود کے بنیادی عقائد میں اپنی نسل کی عظمت اور برتری کا عقیدہ شامل ہے جس کی بنا پر وہ خود کو الشعب المختار (Chosen People) یعنی خدا کے منتخب شدہ کہتے ہیں۔ اسی حوالے سے یہودیت کی تعریف کرتے ہوئے ایک مصنف لکھتے ہیں:

"یہودیت وہ مذہب ہے جس میں ایک خدا پر ایمان کے ساتھ ساتھ ایک نسل کی برتری وعظمت کا عقیدہ بھی داخلِ دین ہے اس طرح ان کے مذہب کی بنیاد دو اصولوں پر ہے (۱) خدا کی وحدانیت (۲) بنی اسرائیل کی فضیلت یعنی بنی اسرائیل یا یہود کا خدا کی محبوب اور پسندیدہ امت ہونا"[11]

یہی تصوّر اور نظریہ یہود کے لئے نجات کا راستہ فراہم کرتا ہے کہ چنیدہ قوم ہونے کی حیثیت سے وہ خدا کے محبوب ہیں اور نجات یافتہ ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا ذکر ہے:

''وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ''[12]

"یہ لوگ کہتے ہیں ہم تو چند روز جہنم میں رہیں گے، ان سے کہو کہ تمہارے پاس اللہ کا کوئی پروانہ ہے۔ اگر ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا بلکہ تم اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاتے ہو۔ جنہیں تم نہیں جانتے"

بنی اسرائیل مصر میں ایک طویل عرصے تک خاندانِ فراعنہ کے غلام رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اُن کو اس غلامی سے نجات دلائی گئی جیسا کہ تورات میں ہے:

''اور تو فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا پہلوٹھا ہے اور میں تجھے کہہ چکا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے اور تو نے اب تک اُسے جانے دینے سے انکار کیا ہے سو دیکھ میں تیرے بیٹے کو بلکہ تیرے پہلوٹھے کو مار ڈالوں گا''[13]

یہ عبارت بنی اسرائیل کے خدا کی محبوب ہونے کی تائید کرتی ہے جس کو آج تک بنی اسرائیل اپنی برتری کا سبب بنائے ہوئے ہیں۔ اُن کے کہنے کے مطابق یہ نسبی عظمت اُن میں نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔

''تب موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا ڈرو مت۔ چپ چاپ کھڑے ہو کر خداوند کی نجات کے کام کو دیکھو جو وہ آج تمہارے لئے کرے گا کیونکہ جن مصریوں کو تم آج دیکھتے ہو اُن کو پھر کبھی ابد تک نہ دیکھو گے۔ خداوند تمہاری طرف سے جنگ کرے گا اور تم خاموش رہو گے''[14]

یہود نسلی آمیزش سے شدید اجتناب کرتے ہیں، اشد ضرورت کے وقت بھی غیر یہود سے اعضاء اور خون کی مدد لینے کے قائل نہیں یہ نظریات بالخصوص بنیاد پرست یہودی ربیوں کے ہیں۔ وہ یہودی خون کو ہر حال میں خالص رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح حقوق و فرائض کے معاملے میں بھی وہ غیر یہود کے بارے میں امتیازی سلوک کے قائل ہیں۔

''اور تیرے جو غلام اور جو لونڈیاں ہو وہ ان قوموں میں سے ہو جو تمہارے جو گرد رہتی ہی اُن ہی میں سے تم غلام اور لونڈیاں خریدا کرنا۔ ماسوا اُن کے اُن پردیسیوں کے لڑکے بالوں میں سے بھی جو تم میں بود و باش کرتے ہیں اور اُن کے گھرانوں میں سے جو تمہارے ملک میں پیدا ہوئے اور تمہارے ساتھ ہیں تم ان کو خریدا کرنا اور وہ تمہاری ہی ملکیت ہوں گے۔ اور تم اُن کو میراث کے طور پر اپنی اولاد کے نام کر دینا کہ وہ اُن کی موروثی ملکیت ہوں۔ ان میں سے تم ہمیشہ اپنے لئے غلام لیا کرنا لیکن بنی اسرائیل جو تمہارے بھائی ہیں اُن میں سے کسی پر تم سختی سے حکمرانی نہ کرنا''[15]

گویا غیر اسرائیلی غلام بھی بنائے جا سکتے ہیں اور وراثتی ملکیت میں بھی دیے جا سکتے ہیں اور ان کے برعکس صرف اسرائیلیوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تائید قرآن پاک کی اس آیتِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

'' وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ''[16]

''اور بعضے اہل کتاب میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے تو ڈھیر مال کا تو ادا کر دیں تجھ کو اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں کہ اگر تو اُن کے پاس امانت رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اُس کے سر پر کھڑا یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر اُمی لوگوں کے حق لینے میں کچھ گناہ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ جانتے ہیں''

نصرانیت/مسیحیت:

سامی مذاہب میں یہودیت کے بعد عیسائیت ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرف منسوب ہے۔ قرآن مجید میں اس کے لئے نصرانیت اور اس کے پیروکاروں کو نصرانی یا نصاریٰ[17] کہا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قومِ یہود/بنی اسرائیل ہی کے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اُن کو دی جانے والی شریعت انجیل ہے۔

یہودیوں کے مقابلے میں نصرانیوں کا رویہ، برتری کی بجائے عاجزی اور انکساری پر مبنی ہے جیسا کہ انجیل کی مختلف عبارات سے واضح ہوتا ہے:

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ، اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچے مارے، دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا"[18]

عیسائیت کی تعلیمات ہر شخص کے لئے خیر خواہی پر مبنی ہیں چاہے وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو:

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ، اپنے دشمن سے عداوت، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمانوں پر ہے بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے

"کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے"[19]

عیسائیوں کی کتابِ مقدّس کے مطابق انسانوں کے درمیان رشتے کی بنیاد حسب ونسب کی بجائے صرفِ خدا کی فرمان برداری ہے نہ کہ نسلی ہم آہنگی جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے۔ اس میں غیر اقوام کے ساتھ نرمی اور عادلانہ برتاؤ کا حکم ہے۔

عیسائیت کی یہ تعلیمات بین الاقوامی رواداری کی سوچ کی عکاسی کرتی ہیں۔

اسی طرح نجات کا دارومدار بھی عمل پر ہی ہے نہ کہ نسبی عظمت اور نسلی برتری۔ جیسا کہ مذکور ہے:

"اچھے بیج کا بونے والا ابن آدم ہے۔ اور کھیت دنیا ہے اور اچھا بیج بادشاہی کے فرزند اور کڑوے دانے اُس شریر کے فرزند ہیں۔ جس دشمن نے اُن کو بویا وہ ابلیس ہے اور کٹائی دنیا کا آخر ہے اور کاٹنے والے فرشتے ہیں پس جیسے کڑوے دانے جمع کئے جاتے اور آگ میں جلائے جاتے ہیں ویسے ہی دنیا کے آخر میں ہوگا"[20]

اسی طرح تواضع اور انکساری کے برتاؤ کو اپنانے کی تعلیمات دی گئی ہیں:

"لیکن جو تم میں بڑا ہے وہ تمہارا خادم بنے اور جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وہ چھوٹا کیا جائے گا اور جو کوئی اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وہ بڑا کیا جائے گا"[21]

عیسائیت کی دیگر تعلیمات کے مطابق شریعت سے منہ موڑنے والا جو اگرچہ نسلی لحاظ سے یہودی ہی ہو، اُس کے لئے اُس کا یہودیوں میں سے ہونا کوئی فائدہ نہیں دیتا:

"تو جو شریعت پر فخر کرتا ہے شریعت کے عدول سے خدا کی کیوں بے عزتی کرتا ہے؟ کیونکہ تمہارے سبب سے غیر قوموں میں خدا کے نام پر کفر بکا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ لکھا بھی ہے۔ ختنہ سے فائدہ تو ہے بشرطیکہ تو شریعت پر عمل کرے لیکن جب تو نے شریعت سے عدول کیا تو تیرا ختنہ نامختونی ٹھہرا۔ پس اگر نامختون شخص شریعت کے حکموں پر عمل کرے تو کیا اُس کی نامختونی ختنہ کے برابر نہ گنی جائے گی؟ اور جو شخص قومیت کے سبب سے نامختون رہا اگر وہ شریعت کو پورا کرے تو کیا تجھے جو باوجود کلام اور ختنہ کے شریعت سے عدول کرتا ہے قصوروار نہ ٹھہرائے گا؟ کیونکہ وہ یہودی نہیں جو ظاہر کا ہے اور نہ وہ ختنہ ہے ظاہری

اور جسمانی ہے۔ بلکہ یہودی وہی ہے جو باطن میں ہے اور ختنہ وہی ہے جو دل کا اور روحانی ہے نہ کہ لفظی۔ ایسے کی طرف آدمیوں کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے"[22]

ایک اور عبارت میں برتری اور فوقیت کے نظریے کو عبث اور بے فائدہ قرار دیا گیا ہے:

"پس یہودی کو کیا فوقیت ہے ؟ اور ختنہ سے کیا فائدہ؟ ہر طرح سے بہت خاص کر یہ کہ خدا کا کلام ہے اُن کے سپرد ہوا۔ اگر بعض بے وفا نکلے تو کیا ہوا؟ کیا اُن کی بے وفائی خدا کی وفاداری کو باطل کر سکتی ہے ؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ خدا کا سچا ٹھہرے اور ہر ایک آدمی جھوٹا"[23]

یہ واضح ہوا کہ فوقیت کا معیار صرف یہودی ہونا اور حاملِ شریعت ہونا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے وفاداری ہے اور اسی کو نجات کا سبب اور خدا کی رضامندی کے حصول کا ذریعہ عمل بتایا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب عیسائیت پر بگاڑ کا زمانہ آیا تو عیسائیوں کے کچھ گروہوں میں بھی خدا کے محبوب اور چہیتے ہونے کے دعویدار پیدا ہوئے جس کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے:

" وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللهِ وَأَحِبَّاؤُهُ "[24]

"اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے"

ہندومت:

ہندومت کی ایک جامع تعریف ممکن نہیں کیونکہ اس کی کوئی مستند اور منظّم تاریخ موجود نہیں ہے:

"اصطلاحی اور علمی زبان میں مذہب کی جو تعریف ہے اس کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ ہندومذہب کیا ہے اور کن بنیادی عقائد پر یقین رکھنا اس کے ماننے والے کے لئے لازم ہے کیونکہ نصرانیت اور اسلام کی طرح نہ تو اس کے کسی پیغمبر کا وجود ہے نہ کسی الہامی کتاب کا اور نہ کسی معین عقیدے کا"[25]

آریائی مذہب میں سے قدامت کے اعتبار سے ہندومت کا نمبر پہلے آتا ہے۔ مختلف تہذیبیں سرزمین ہندوستان میں پیدا ہوئیں۔ ہندومت کی ابتدائی اور قدیم تاریخ کے بارے میں زیادہ مستند معلومات موجود نہیں۔ آریائی قوم جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ وسطی ایشیاء سے ہجرت کر کے اس علاقے میں آئی تھی، ان سے ہی ہندومت کی مذہبی اور سماجی روایات کا آغاز ہوا ہے۔ یہ زمانہ ۱۵۰۰ق۔م کا زمانہ بتایا جاتا ہے۔

آریائی قوم ہندوستان کی سرزمین پر فاتح کی حیثیت سے وارد ہوئی۔ جس کے نتیجے میں وہاں کے باشندے ان کے مفتوح بن گئے۔

ان کی آمد سے پہلے ہندوستان میں مختلف گروہوں کے ذمّے حقوق وفرائض کی مذہبی اور سماجی تقسیم موجود تھی جس کو ان کی آمد کے ساتھ ایک مضبوط، موروثی اور نسلی نظام کی حیثیت دے دی گئی۔

"ویدک عہد میں ورن کا نظام موجود تھا اور ویدوں نے اس طبقاتی تقسیم کو ایک مذہبی بنیاد بھی فراہم کر دی تھی۔ جیسا کہ وید میں ذکر ہے:

اس کے منہ سے برہمن (جاتی) پیدا ہوئی، ہاتھوں سے چھتری راجا،اس کی ٹانگو ں سے ،عام آدمی (ویش) پیدا ہوا جو کاروبار میں مشغول رہتا ہے، کم حیثیت غلام نے اس کے پیروں سے جنم لیا"[26]

ہندوستانی معاشرہ میں یہ تقسیم یہاں کے باشندوں کے درمیان اونچ نیچ، برتری اور کم تری کو ظاہر کرتی ہے، اس طبقاتی نظام کو باقاعدہ تحفظ مذہبی ادب نے دیا ہے جیساکہ مذکورہ عبارت سے واضح ہوا۔

آریاؤں نے اپنے نسلی تحفظ کے لئے ہندوستان کے اصلی باشندوں کو غلاموں کا درجہ دیا جنہیں شودر کا نام دیا گیا جبکہ اپنے آپ کو اعلیٰ طبقات جن میں برہمن، کھشتری اور ویش شامل ہیں، میں تقسیم کرکے اپنی اپنی ذمہ داریاں سونپ دیں۔اسی کی تائید منودھرم شاستر سے بھی ہوتی ہے:

"برہمانے اپنے منہ سے برہمن کو، ہاتھ کو کھشتری کو، ران سے ویش کو اور پاؤں سے شودر کو پیدا کیا ہے"[27]

سب سے اعلیٰ طبقہ برہمن تھا جو مذہبی پروہتوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ برہمنی مت کا دور تھا کہ جس میں مذہب تک رسائی اور مذہب کا دائرہ عمل صرف برہمن تک محدود تھا۔

"رہ گیا سماج کا دوسرا اعلیٰ طبقہ یعنی چھتریوں یا حکمرانوں کا طبقہ تو وہ اس مذہب سے بالواسطہ [برہمنوں کے ذریعہ] کسی حد تک مستفید ہوسکتا تھا البتہ ملک کی اکثریت —(غریب چھتری، ویش، شودر اور اچھوت) اس مذہبی روایت سے ناآشنا ہی رہتے تھے"[28]

ہندوستانی معاشرہ میں اس طبقاتی نظام یعنی نظامِ ذات پات (Caste System) کا آغاز تقریبًا تین ہزار سال پہلے ہوا جو کہ جدید دور میں بھی قائم ہے۔

فرائض وحقوق کی تقسیم کی بنیاد رکھنے والا یہ نظام "ورن" کہلاتا ہے۔ جس میں سب سے زیادہ حقیر برتاؤ شودر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ہندوؤں کی قانونی اور مذہبی کتاب "منودھرم شاستر" کے مطابق برہمن کی حیثیت مندرجہ ذیل ہے:

1. "عدم سے وجود میں آنے والے برہمن سے عظیم کوئی مخلوق اس دنیا میں نہیں۔ وہ تمام مخلوقات کا آقا اور زمین پر مقدّس قانون کا محافظ ہے۔
2. اس عالم میں جو کچھ موجود ہے، سب برہمن کی ملکیت ہے۔اپنے مبداء تخلیق کے باعث وہ اس مرتبے کا حق دار بھی ہے۔
3. برہمن جو کچھ کھاتا، پہنتا اور دان کرتا ہے سب اسی کا ہے۔دوسرے تمام فانی انسان اسی کے طفیل چیزوں سے استفادہ کرتے ہیں"[29]

اسی طرح آگے اس کی برتری اور عظمت کے بارے میں آتا ہے:

"اپنی فضیلت، اپنے اصل کی برتری، مخصوص قواعد اور ودیعت شدہ تقدیس کے باعث برہمن تمام ذاتوں کا آقا ومالک ہے"[30]

ورن کے نظام میں چوتھا نمبر شودر کا ہے جن کو صرف اور صرف خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

"شودر کے لئے برہمن کی خدمت ہی بہترین پیشہ قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ کوئی بھی دوسرا کام اس کے لئے لاحاصل رہے گا۔برہمنوں کا پس خوردہ شودر کو ملنا چاہیئے۔اس کے علاوہ پرانے کپڑے، ایک طرف ڈال دیا گیا اناج اور گھر کا ساز وسامان بھی شودر کو ملے"[31]

منو کے قانون میں برہمن کے ساتھ سزاؤں کے معاملے میں بھی امتیازی سلوک کیا جائے گا۔

''لیکن بادشاہ تین (نیچ) ذات والوں کو جرمانے کے ساتھ ملک بدر کردے گا لیکن (جھوٹی گواہی دینے پر) برہمن کو صرف ملک بدر کیا جائے گا۔ قائم بالذات (ورنوں) کو سزا دی جاسکتی ہے لیکن برہمن کو بغیر کسی ضرر کے ملک بدر کردیا جائے گا''[32]

ذات پات کا نظام ہندوؤں میں نسل در نسل منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ ان ذاتوں (ورنا/ورن) کے علاوہ کئی ہزار جاتیاں بھی ہیں جو مختلف پیشوں سے منسلک ہیں اور مختلف درجات اور حیثیتیں رکھتی ہیں۔ان میں تکلیف دہ حالات سے گزرنے والے اچھوت اور دلت (Dalits) بھی ہیں جن کا شمار کسی ذات میں نہیں ہوتا اور نہ معاشرے میں اُن کے لئے کوئی مرتبہ اور مقام ہے۔ یہ سارا تذکرہ ہندؤوں کے اپنے ہم مذہب لوگوں کے درمیان تفاوت اور تفریق کے حوالے سے تھا۔

ہندو بحیثیت قوم بھی خود کو باقی اقوام کے مقابلے میں برتر، پاک اور اپنی سرزمین کو پاک سرزمین سمجھتے ہیں۔

''جو شخص بھارت کو اپنی عقیدت کا محور بنالیتا ہے وہ ہندو کہلانے کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہے چنانچہ بھارت ورش سے اندھی عقیدت کا یہی جذبہ ان کے قومی ترانے ''بندے ماترم'' اے ماں! میں تیری پوجا کرتا ہوں'' سے صاف عیاں ہے''[33]

ہندو مت میں غیر ہندو اقوام کے خلاف ایک متعصّب فضا پائی جاتی ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر مختلف مذاہب کے پیروکار جس میں مسلمان، عیسائی، سکھ اور بدھ مت کے پیروکار شامل ہیں، بستے ہیں۔ ان سے ہندوؤں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ یہاں رہتے ہوئے ہندومت کے مذہبی امور اور شعائر کی خلاف ورزی نہ کریں مثلاً ہندوؤں کے لئے گائے انتہائی محترم اور مقدّس ہے ،اس کی وہ پرستش کرتے ہیں ،اس کے ذبح کو وہ ایک ناجائز اور ظلم پر مبنی عمل سمجھتے ہیں۔ یہ نقطہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین اکثر وجہ انتشار بنا رہتا ہے۔

ہندوؤں کے مذہبی ادب میں بھی غیر ہندوؤں سے سخت برتاؤ کرنے کا ذکر آیا ہے:

''سوامی دیانند بانی آریہ سماج یجروید کی تعلیم کی روشنی میں مخالفین کے بارے میں: دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلادو، دشمنوں کے کھیتوں کو اجاڑ دیںگائے، بیل، بکری اور لوگوں کو بھوکا مار کر ہلاک کردو، اپنے مخالفین بدوں کو درندوں سے پھڑواڈالو، ان کو سمندر میں غرق کرو جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے اسی طرح ان کو مارو''[34]

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ہندوؤں میں کئی بنیاد پرست تنظیمیں ان مقاصد کے لئے کام کررہی ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین میں صرف ہندومذہب اور ہندو تمدّن ہی غالب رہے۔ سارے لوگ یا تو ان کے حمایتی بنے یا سرزمینِ ہندوستان چھوڑ دیں۔ اس نظریہ کو ''ہندوتا/ہندوتوا'' کہا جاتا ہے جو بیسویں صدی میں ان کا غالب نظریہ رہا ہے۔

ان ہندو پرست تنظیموں میں ایک بڑا نام راشٹریہ سویم سیوک سنگھ کا ہے جن کا بنیادی کام ''ہندوتا'' کی سرپرستی اور اس سلسلے میں کی جانے والی ہر ممکن کوششیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

''ہندوستان میں صرف ہندو قوم کو باقی رہنا دینا چاہیئے اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ صرف ہندو قوم۔----جب تک مسلمان یا دوسرے غیر ہندو اپنی مذہبی، ثقافتی اور سماجی شناخت پر اصرار کریں گے تب تک انہیں غیر ملکی سمجھا جائے گا۔-- غیر ملکیوں کے لئے اب صرف دو ہی راہ ہیں یا تو وہ مقامی لوگوں میں گھل مل جائیں اور ان کی ثقافت اختیار کرلیں یا پھر ان کی خوشنودی اور رحم و کرم پر زندہ رہیں۔--''[35]

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمام اقوام میں ہندو ہی وہ لوگ ہیں جو باقی لوگوں کے لئے رہبر اور رہنما بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں:

"It is inevitable, therefore ,that in order to be able to contribute our unique knowledge to mankind, in order to be able to live and strive for the unity and welfare of the world, we stand before the world as a self-confident, resurgent and mighty nation"[36]

ہندوؤں کا یہ کہنا ہے کہ خزانہ علم ان ہی کے پاس ہے جس کی بدولت دنیا کی بہترین قیادت صرف وہی کر سکتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں:

"The knowledge is in the custody of Hindus alone. It is a divine trust, we may say, given to the charge of Hindus by Destiny. And when a person possesses a treasure, a duty is laid upon him to safeguard it and make it available for the welfare of others. If he fails in that supreme duty he ruins not only himself but also others. Hence the sacred duty of preserving the Hindu society in sound condition has developed upon us". [37]

بدھ مت:

منگولی مذاہب میں سے ایک مذہب بدھ مت ہے جو کہ مچلنا وستو(نیپال) کے علاقے کے باشندے گوتم بدھ، جن کا اپنا نام سدار تھ تھا، کی طرف منسوب ہے۔

یہ مذہب اور جین مت دراصل ہندوازم کے ردّ عمل کے طور پر ابھرے تھے۔ جین مت جو کہ مہاویر جین کی طرف منسوب ہے، انتہائی عاجزانہ اور رحمدلانہ برتاؤ رکھنے والا مذہب ہے۔ اسی طرح بدھ مت کی تعلیمات میں فوقیت اور برتری کے تصوّرات کی نفی کی گئی ہے۔

"بدھ نے ہندوؤں کے ہاں رائج نظام طبقات کا بھی مقابلہ کیا، وہ کہا کرتا تھا: "یاد رکھو! جس طرح دریا بڑے سمندر میں بہہ جانے کے وقت اپنے ناموں سے محروم ہو جاتے ہیں اسی طرح جب انسان "نظام" میں داخل ہو جاتا ہے اور "شریعت" کو قبول کرلیتا ہے تو چاروں طبقات ختم ہو جاتے ہیں"[38]

اس کے ساتھ بدھ مت کی تعلیمات میں نسلی، خاندانی تفاخر کی بجائے عمل کو نجات اور کامیابی کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

"نظریۂ عمل (کرم) بدھ مت میں خاص اہمیت کا حامل ہے، جو یوں ہے: "عمل ہی ہماری بنیاد ہے۔ ہم عمل کا (عمل کے نتیجے کا) پھل ہیں۔ عمل ہی ہمارے جنم لینے کا سبب ہے، عمل ہی ہمارا دوست ہے، عمل ہی ہماری پناہ ہے۔ نیکی یا بدی، ہم جو عمل کریں گے، اسی کا پھل پائیں گے"[39]

اسلام اور نظریہ برتری:

سامی مذاہب میں تیسرا بڑا مذہب اسلام ہے جو کہ آج دنیا میں عیسائیت کے بعد اکثریت کا مذہب ہے۔ اس کی الہامی کتاب قرآن مجید ہے جس میں نظریات برتری اور تصوّراتِ فوقیت کو کلیۃً مبغوض قرار دیا گیا ہے۔

دنیا میں اوّل دفعہ کبر اور بڑائی کا دعویٰ کرنے والا ابلیس تھا جس کو قیامت تک کے لئے مردود قرار دیا گیا۔

اس سے برتری اور تفاخر کی کراہت کا علم ہوتا ہے کہ اسلام میں اس کو آغاز ہی سے بُرا عمل قرار دیا جا چکا ہے۔

"اسلام نسل پرستی کے خلاف ایک زندہ روایت ہے، نسل کے حیاتیاتی نظریے کو رد کرتا ہے، ثقافتی اور نفسیاتی عوامل کو نسلی اختلاف کے عارضی اسباب مانتا ہے لیکن ان کی بنیاد پر نسل پرستی کے مستقل اصول کو تسلیم نہیں کرتا"۔[40]

اسلام انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنے کے سلسلے کو شناخت اور پہچان کا ذریعہ قرار دیتا ہے جبکہ برتری کا معیار صرف اور صرف اللہ کی فرمانبرداری اور شریعت پر عمل کو قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے:

" يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ "[41]

"اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو تحقیق عزت اللہ کے یہاں اُسی کو بڑی جس کو ادب بڑا۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے خبردار"

اسلام وطن، قوم، علاقہ کی حدود کی بجائے ایک آفاقی اور عالمگیر تصوّر پیش کرتا ہے۔ قوم پرستی، وطن پرستی کے جذبات اور اس کے لئے کی جانے والی کوششوں کو جاہلانہ عمل اور "عصبیت" کہتا ہے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کا ارشادِ مبارکہ ہے:

"لَيْسَ مِنَّا من دعا الى عصبيّة، ولَيْسَ مِنّا من قاتل عَلٰى عَصَبِيّة وَلَيْسَ مِنَّا من مَاتَ عَلٰى عَصَبِيّة"[42]

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو کسی جتھ بندی کی دعوت دے، وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو کسی جتھ بندی اور پاسداری کے لئے جنگ کرے، وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو جتھ بندی کی حالت پر مرے"

اسی طرح اسلام میں کوئی نسلی، لونی اور لسانی تخصیص نہیں ہے۔ مساوات کو اہم قرار دیا گیا ہے اور تقویٰ کو فوقیت کا معیار۔ جیسا کہ خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارکہ ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا:

"لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور آباء واجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ انسان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نیک اور متقی، وہ اللہ کے ہاں معزز ہے اور دوسرا فاجر اور بدبخت جو اللہ کے ہاں بے وزن ہے۔ انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹّی سے پیدا کیا ہے"[43]

اسی طرح دیگر اخلاقی تعلیمات میں بھی اسلام نے کسی قسم کے تفریق اور امتیاز کی گنجائش نہیں رکھی کہ جس سے معاشرہ میں تعصّبات کی فضا پیدا ہو۔ مساوات اور عدل کو خوبی جبکہ تکبر اور امتیاز کو خامی قرار دیا گیا ہے۔

اسی نقطے کے حوالے سے شاعر کہتے ہیں:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ﷺ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری[44]

اسی حوالے سے یہاں اس نقطے کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے خاندان (سادات) کو بزرگی اور شرف کا درجہ بے شک حاصل ہے مگر ان کو اس بناء پر کوئی تخصیص اور امتیاز حاصل نہیں اور نہ ہی وہ شریعت سے مبرا ہیں۔ معیارِ بزرگی اور قربِ خداوندی کا ذریعہ سب کے لئے نیک اور صالح عمل ہی ہے۔

خلاصہ بحث:

مذاہب عالم کی روشنی میں برتری اور تفاخر کے تصورات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بعض مذاہب میں یہ تصورات بالخصوص پائے جاتے ہیں جن میں یہودیت اور ہندومت کے نام نمایاں ہیں۔ اکثر مذاہب ان نظریات اور تصوّرات کی نفی کرتے ہیں جیساکہ ذکر کیا گیا۔ان سب میں نمایاں تعلیمات اسلام کی ہیں جس میں کھلے الفاظ میں ان نظریات و تصورات کی نفی کی گئی جو نسل اور حسب نسب کو ہی سب کچھ سمجھ کر اسی کو تفریقات اور امتیازات کی بنیاد بنائے ہوئے ہیں۔
اسلامی تعلیمات کی رو سے ہندووں کا نظریہ فوقیت اور یہود کا تصور نسلی برتری اور تفاخر باطل ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی کا مقرب بننے کے لیے تقاضا صرف اس کی خالص بندگی اختیار کرنے کا ہے،اس ایک اہم نقطے کو اپنانے سے اس دنیامیں عالمی امن و رواداری قائم ہونا یقینی ہے۔

حواشی و مصادر (References)

1 فاروقی، عمادالحسن، دنیاکے بڑے مذاہب، مطبع العربیہ، لاہور سالِ اشاعت نامعلوم، ص ۶۔

2 النحل: ۳۶۔

3 نائیک، ذاکر، ڈاکٹر، دنیاکے بڑے مذاہب حقیقت کے آئینے میں، (مترجمہ) مصباح اکرم، اسد نئیر پرنٹرز، لاہور 2009ء، ص ۱۸۔

4 ایضًا، ص ۱۸ تا ۲۰۔

5 الاعراف: ۱۵۶۔

6 ابن کثیر، عمادالدین، مترجم محمد جوناگڑھی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور ۲۰۰۵ء، ج۱، ص ۱۲۷۔

7 البقرۃ: ۴۷۔

8 پیدائش: ۷/۱۷تا۹۔

9 پیدائش: ۷/۲۲و۸۔

10 خروج: ۷/۳تا۱۰۔

11 نائیک، ذاکر، ڈاکٹر، دنیاکے بڑے مذاہب حقیقت کے آئینے میں، ص ۳۰۰و۳۰۱۔

12 البقرۃ: ۸۰۔

13 خروج: ۲۲/۴و۲۳۔

14 خروج: ۱۳/۱۴و۱۴۔

15 احبار: ۴۴/۲۵تا۴۶۔

16 آل عمران: ۷۵۔

17 المائدہ: ۱۸۔

18 متی: ۳۸/۵تا۴۱۔

19 متی: ۱۲/۵۰۔

20 متی: ۷/۱۳تا۴۰۔

21 متی: ۱۱/۲۳و۱۲۔

22 رومیوں: ۲/۲۳تا۲۹۔

23 رومیوں: ۱/۳تا۴۔

24 المائدۃ، آیت ۱۸۔

25 المسدوسی، احمد عبداللہ، ترتیب ابو حمزہ قاسمی، مذاہب عالم، ط نامعلوم، مکی دار الکتب، لاہور ۲۰۰۴ء، ص ۲۳۷۔

26 رگ وید، دسواں منڈل، سکت نمبر ۹۰، ص ۳۸۔

27 منو: ۱/۳۱۔

28 فاروقی، عماد الحسن، دنیا کے بڑے مذہب، ص ۴۱۔

29 منو: ۱۰۱-1/۹۹۔

30 منو: ۱۰/3۔

31 ایضاً: ۱۲۳- 125۔

32 ایضاً: 123و۱۲۴/8۔

33 نائیک، ذاکر، ڈاکٹر، دنیا کے بڑے مذاہب حقیقت کے آئینے میں، ص ۳۸۵و۳۸۶۔

34 بیگ، ظفر اللہ، ڈاکٹر "ہندومذہب قبل از اسلام"، ہندومذہب مطالعہ اور جائزہ، مرتبہ ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی، ص ۳۷و۳۸۔

35 شاذ، راشد، ہندوستانی مسلمان، ایام گم گشتہ کے پچاس برس، ترتیب: کوثر فاطمہ، انسٹی ٹیوٹ آف مسلم امہ افیئرز، علی گڑھ، ۱۹۹۹ء، ص ۱۸۱۔

36 Accessed http://www.rss.org/Encyc/2015/4/7/334_03_46_30_Bunch_of_Thoughts.pdf. on 21st November, 2016

37 ایضاً۔

38 الحمد، شیبہ، عبدالقادر، اقوامِ عالم کے ادیان ومذاہب، (مترجم) ابوعبداللہ محمد شعیب، مسلم پبلی کیشنز، سوہدرہ (گوجرانوالہ) ۲۰۰۷ء، ص ۹۷۔

39 لیوس مور، مذاہبِ عالم کاانسائیکلوپیڈیا، سعدیہ جواد و یاسر جواد (مترجمین)، نگارشات پبلشرز، لاہور ۲۰۱۳ء، ص ۲۲۶۔

40 علوی، خالد، اسلام اور نسلی امتیاز، دعوۃ اکیڈیمی، اسلام آباد ۲۰۰۶ء، ص ۳۸۔

41 الحجرات: ۱۳۔

42 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، تحقیق: محمد محی الدین، دارالفکر، بیروت سن اشاعت نامعلوم، کتاب الأدب، باب فی العصبیۃ، رقم ۵۱۲۱۔

43 ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح السنن ترمذی، تحقیق: احمد محمد شاکر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، تاریخ طبع نامعلوم، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ الحجرات، رقم ۳۲۷۰۔

44 محمد اقبال، بانگ درا، مطبع نامعلوم، ۱۹۰۸ء، ص ۱۹۸۔